خطبہ جمعہ

بڑے بڑے دنیاوی حیثیتوں کے مالک لوگ بھی جلسہ پر تنگی سے گزارہ کرنے پر خوشی محسوس کیا کرتے تھے

جو اپنی قوم میں معزز ہیں وہ تمہارے پاس جب آئیں تو ان کی بھی اسی طرح خاطر مدارات کرو

قادیان اور ربوہ میں مہمانوں کی خدمت کی حسین یادوں کا پر لطف تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاهر احمد خليفة المسيح الرابع ايده الله تعالىٰ بنصره العزيز-
فرمودہ ۲۱؍جولائی ۲۰۰۰ء بمطابق ۲۱؍وفا ۱۳۷۹ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم-

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ . وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورة الحشر آیت ۱۰)

اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی۔ وہ ان سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو اُن (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

جیسا کہ آیت کے عنوان سے ظاہر ہے اس دفعہ درمیان میں وہ دعاؤں پر مشتمل جو سلسلہ جاری تھا وہ جلسہ کے قرب کی وجہ سے روک کر اب مہمان نوازی سے متعلق میں چند ہدایات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مقامی لوگ جو خدمت کر رہے ہیں آنے والوں کی، ان کو بھی ہدایتیں اور وہ جو تشریف لا رہے ہیں دور دور سے ان کے لئے بھی کچھ ہدایات ہیں۔

سب سے پہلے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنحضرت ﷺ سے ایک روایت بیان کرتا ہوں جو ابن ماجہ ابواب الادب میں درج ہے۔ فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار یا معزز آدمی آئے تو اس کی حیثیت کے مطابق اس کی عزت اور تکریم کرو۔ بعض دفعہ لوگوں کے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ جو بظاہر بڑے بڑے لوگ ہیں ان کی خاطر الگ کھانے پکائے جا رہے ہیں، خاطریں کی جا رہی ہیں تو یہ سنت رسولؐ سے ہٹ کر نہیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد تھا کہ جو اپنی قوم میں معزز ہیں وہ تمہارے پاس جب آئیں تو ان کی بھی اسی طرح خاطر مدارات کرو۔ تو جو مخلصین احمدی ہیں وہ تو خوش ہوتے ہیں اسے دیکھ کر ان کے دل میں کسی قسم کا نقار پیدا نہیں ہوتا۔

ایک اور روایت حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو مسلم کتاب البر سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو، اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی نیکی ہے۔

تو جو آنے والے ہیں ان سے مسکرا کر بات کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ پس اس پہلو سے خیال رکھیں کہ سب آنے والوں کو خوشی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا کریں اور اگر کچھ کہنا نہیں تو کم سے کم مسکرا کے ہی دیکھیں۔

ایک روایت حضرت ابوذر غفاریؓ کی ترمذی میں درج ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔ اور بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا تیرے لئے صدقہ ہے اور کسی نابینا کے رستہ چلنے میں مدد کرنا تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور پتھر، کانٹا یا ہڈی کو راستے سے ہٹا دینا بھی تیرے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں کچھ ڈال دینا بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔

عقبہ بن عامر مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَاخَيْرَفِي مَنْ لَّايُضَيِّفُ کہ جو مہمان نوازی نہیں کرتا اس کے لئے کوئی خیر و برکت نہیں۔

ایک روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور یہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کونسا اسلام سب سے بہتر ہے۔ فرمایا ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہیں سلام کہو۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان. باب اطعام الطعام من الأسلام)

اب یہ عجیب بات ہے کہ سوال اسلام کے متعلق ہے کونسا اسلام بہتر ہے تو اس پر آپ کا یہ فرمانا کہ ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نزدیک جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے وہ اس کے بندوں کی بھی خدمت کرتا ہے اور ان کو کھانا کھلاتا ہے اور ہر شخص کو اس کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام کے نام میں ہی امن کا پیغام دینا شامل ہے۔ پس جس کو جانتے ہو اس کو بھی، جس کو نہیں جانتے اس کو بھی سلام کہا کرو۔ قادیان میں مجھے یاد ہے ایک بہت پیارا دستور تھا کہ دور دور سے آنے والوں کو بعض لوگ اس خیال سے کہ پہل ہم کریں پہلے ہی بہت اونچی آواز میں سلام کر دیا کرتے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی سنت تھی۔ آپ ہمیشہ بلند آواز سے دور سے آنے والے کو سلام کہہ دیا کرتے تھے اور ہمارے استاد حضرت حافظ رمضان صاحب مرحوم وہ تو اتنی دور سے سلام کر دیا کرتے تھے کہ بعض دفعہ کسی گائے یا بکری کی چاپ کی آہٹ پر بھی یہ سمجھ کر کہ یہ کسی انسان کے پاؤں کی آواز ہو دور سے السلام علیکم کہہ دیا کرتے تھے۔ تو اللہ کے ہاں ان کا یہ سلام بہت مقبول ہوگا، بہت ہی پیارا وجود تھا۔

ایک روایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو صحیح مسلم کتاب الایمان سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ جب کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش ہو جائے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔

ایک روایت ابوداؤد سے لی گئی ہے جو اَبِی شرَیْح الکَعْبِی سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔ ایک دن رات تک اس کی خدمت تو اس کا انعام شمار ہوگی یعنی وہ تو اس کے ایک نفل کے طور پر ہوگا اور تین دن تک جو مہمان نوازی ہے یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کے بعد کی خدمت صدقہ ہے اور اس مہمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اس کے

ہاں ٹھہریں۔(سنن ابی داؤد کتاب الاطعمة)۔ تین دن کے بعد اگر ذاتی تعلقات ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ خوشی سے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو یہ ایک الگ معاملہ ہے۔ مگر اگر ذاتی تعلقات نہیں محض اس کی مہمان نوازی کی خاطر کسی نے اس کو اپنے گھر رکھا ہے نامعلوم شخص ہے تو تین دن کے بعد اجازت لے۔ پھر اگر وہ خوشی سے اجازت دے اور دل کی خوشی سے اسے رکھنا چاہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میزبان کی ایک نیکی ہے جو اللہ اسے قبول فرمائے گا۔

ایک روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو سنن ترمذی میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کچھ ایسے بالاخانے ہیں کہ ان کے اندر سے باہر والے حصوں کو دیکھا جاسکتا ہے اور باہر سے اندر والے حصوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! یہ کن کے لئے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ ان کے لئے جنہوں نے خوش کلامی کی، کھانا کھلایا، باقاعدگی سے روزے رکھے اور خدا کی خاطر رات کے وقت اس حال میں نماز ادا کی کہ لوگ سو رہے ہوں۔

(سنن ترمذی کتاب البر و الصلة۔ باب ما جاء فی قول المعروف)

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات میں بہت گہری حکمتیں مخفی ہوتی ہیں۔ اب یہ بالاخانے جنت میں جو دو طرفہ دیکھے جاسکتے ہیں ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے خدا کی خاطر چھپ کر قربانیاں دی تھیں، رات کو اٹھے، روزے رکھے، جب کسی غریب کو بھی دیا تو چھپا کر دیا تو ان کی نیکیوں کو خدا جنت میں بر سر عام مشہور کر دے گا۔ بعض کی تو بدیاں مشہور کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ لیکن وہ جو نیکیاں چھپا کے کرتے ہیں ان کی نیکیوں کو مشہور کیا جائے گا اور جن لوگوں سے وہ نیکیاں کیا کرتے تھے وہ بھی ان کو دکھائے جائیں گے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو جنت میں خدا کے متقی بندوں کو نصیب ہو گا۔

ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے۔ لمبی روایت ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی ازواج کی طرف پیغام بھجوایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بعض دفعہ اپنے مہمان اپنے خاص مخلص صحابہ کو بانٹ دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس مہمان کے کھانے کا بندوبست کون کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کیا کہ حضور میں انتظام کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ روایت بارہا بیان ہو چکی ہے لیکن ہر دفعہ ایک نیا لطف دیتی ہے۔ ایک عظیم الشان روایت ہے۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا آنحضرت ﷺ کے مہمان کی خاطر مدارت کا انتظام کرو۔

تو جو بھی اب مہمان آئیں گے یاد رکھیں یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اور مسیح موعودؑ کے مہمان ہیں۔ اس نیت سے اگر آپ مہمانوں کی خدمت کریں گے تو آپ کو بہت ثواب ہو گا۔ بیوی نے جواباً کہا گھر میں تو صرف بچوں کے کھانے کے لئے ہے۔ انصاری نے کہا کھانا تیار کرو پھر چراغ جلاؤ اور جب بچوں کے کھانے کا وقت آئے تو ان کو بہلا کر سلا دو۔ چنانچہ عورت نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا، بچوں کو بھوکا ہی سلا دیا۔ پھر چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھی اور چراغ بجھا دیا اور پھر دونوں مہمان کے ساتھ بیٹھے بظاہر کھانا کھانے کی آوازیں نکالتے اور چٹخارے لیتے رہے تا کہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی میرے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان نے پیٹ بھر کا کھانا کھایا اور وہ خود بھوکے سو رہے۔ اب یہ ادا ان کی اتنی پسند آئی اللہ تعالیٰ کو کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خود اس کی خبر دی۔ چنانچہ جب صبح وہ صحابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے رات والے فعل سے تو اللہ تعالیٰ بھی ہنس دیا۔ کہتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں"۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب)

ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے وہ ابن ماجہ میں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار یا معزز آدمی آئے تو اس کی حیثیت کے مطابق اس کی تکریم کرو۔ یہ پہلے بھی روایت گزر چکی ہے اب پھر ہے اور میں تاکید کرتا ہوں کہ جو بھی معززین کسی کے ہاں تشریف لائیں یا جماعت کے مہمان ہوں ان کی پوری عزت و تکریم کی جانی چاہئے۔

ایک روایت مسلم کتاب البر میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا معمولی نیکی کو حقیر نہ سمجھو، اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی نیکی ہے۔

ایک روایت ترمذی میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے بھائی سے تیرا مسکرانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا امر بالمعروف اور نَھی عَنِ الْمُنْکَر کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔ بھٹکے ہوئے کو رستہ دکھانا بھی تیرے لئے صدقہ ہے اور کسی نابینا کی رستہ چلنے میں مدد کرنا بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور پتھر، کانٹا یا ہڈی رستہ سے ہٹا دینا بھی تیرے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں کچھ ڈال دینا بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔

ایک روایت مسلم کتاب الحج میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سفر کے ارادہ سے جب اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین بار تکبیر کہتے اور پھر یہ دعا مانگتے، پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع فرما دیا اور ہم اسے قابو میں رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

تو اب تو اونٹوں کا زمانہ نہیں۔ اب خدا نے ریل گاڑیوں، ہوائی جہازوں وغیرہ، ان سواریوں کا زمانہ بنا دیا ہے کہ جس طرح اونٹوں پر بیٹھنے والوں کو ان کی تسخیر کی طاقت نہیں تھی، اللہ کے فضل سے وہ مسخر ہوئے تھے اسی طرح اب یہ نئی سواریاں خواہ ہوائی جہاز ہوں یا ریل گاڑیاں ہوں، جو بھی موٹر کاریں وغیرہ یہ سارے اللہ کے حکم سے آپ کے لئے مُسَخّر ہیں اور یہ گہرا خدا کی قدرت کا نظام ہے کہ جب اس نے پسند فرمایا اس وقت وہ ایجادیں انسان نے دریافت کیں جن کا خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی یہ انتظام کر رکھا تھا۔ اب دیکھو ریل گاڑی اس وقت ایجاد ہوئی جب ایکسٹرنل Combustion انجن یا کوئلہ وغیرہ سے گاڑیاں چلائی جاتی تھیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے کوئلے اور لکڑی وغیرہ کے ذریعہ جو باہر انسان کو دکھائی دیتے تھے یا زمین میں سے کھودتے تھے ان گاڑیوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ تو دو نظام ہیں۔ ایک ہے ایکسٹرنل Combustion انجن کہ باہر سے گرمی دے کر انجن کو چلایا جاتا ہے اور ایک نظام ہے انٹرنل Combustion انجن، کہ انجن کے اندر پٹرول کی طرح کی چیز ڈالی جائے تو اندر سے آگ بھڑکتی ہے اور وہ اس مشین کو چلاتی ہے۔ تو یہ دونوں ضرورتیں انسان کی ایسی ہیں جن پر انسان کو ہرگز اختیار نہیں تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کے لئے مُسَخّر کی ہیں۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ سنت تھی کہ سواری پر چڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت ضرور فرمایا کرتے تھے سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لئے مسخر کر دیا اور ہم اپنی طاقت سے اسے مسخر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ اور اگر کسی حادثہ کی وجہ سے ہمارے مقدر میں یہی ہے کہ ہم رخصت ہو جائیں خدا کے حضور تو ہم نے جانا تو وہیں ہے خواہ سوار ہوتے ہوئے جائیں یا گھر بیٹھے چلے جائیں، ہر حال میں خدا کی ہی طرف لوٹنا ہے۔ تو یہ دعا بہت ہی مؤثر دعا ہے اور کبھی بھی سواری سے پہلے اس دعا کو نہیں بھولنا چاہئے۔

ہمارے ایک احمدی پائلٹ ہوا کرتے تھے جنگ عظیم میں، انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ یہ دعا ضرور پڑھا کرتے تھے۔ صرف ایک دفعہ بھول گئے اور اسی دفعہ جہاز کو گولی لگی اور وہ زمین پہ جا پڑا۔ اگرچہ ان کی جان بچ گئی مگر وہ جہاز ضائع ہو گیا۔ تو لمبا عرصہ وہ پھر دشمن کی قید میں بھی رہے۔ تو یہ بتاتے تھے مجھے قطعی طور پر یاد ہے کہ اس دفعہ جو مقدر تھا وہی ہوا۔ میں اس دعا کو بھول گیا اور پھر وہ حادثہ پیش آ گیا۔ تو آپ لوگ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس دعا کو اچھی طرح یاد رکھیں اور اس کی وجہ سے جماعت کو دکھ نہ پہنچائیں۔ بارہا نصیحت کی جاتی ہے، لکھ لکھ کر کاغذ لگایا جاتا ہے موٹروں کے شیشوں پر کہ دیکھو اگر نیند آ رہی ہے تو ایک جگہ کھڑے ہو جاؤ، آرام کر لو، اگر خطرہ ہو نوکری جانے کا تو بے شک نوکری چلی جائے لیکن جان کی فکر کرو کیونکہ تمہاری جان کی وجہ سے ساری جماعت احمدیہ کو صدمہ پہنچتا ہے۔ تو کیوں ہمیں دکھ پہنچاتے ہو۔ اس لئے اب پھر یہ تاکید کرتا ہوں کہ ہر جگہ احتیاط کریں، بہت احتیاط سے کام لیں۔ پھر اس کے باوجود اگر خدا کے ہاں یہی مقدر ہے تو وہ ہو کے رہے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ بھی دعا کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے خدا ہم تجھ سے ہی اپنے اس سفر میں بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں تو ہمیں ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں۔ اے ہمارے خدا تو ہی ہمارا یہ سفر آسان کر دے اور اس کی دوری کو لپیٹ دے۔ "دُوری کو لپیٹ دے" کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر دُور کا سفر نظر آتا ہے لیکن جلدی سے طے ہو جائے اور رستہ کی دقتوں کی وجہ سے لمبا سفر معلوم نہ ہو۔ پھر عرض کرتے ہیں: اے ہمارے خدا تو سفر میں ہمارے ساتھ ہو اور پیچھے گھر میں خبر گیر ہو جا۔ اے ہمارے خدا میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں سے، ناپسندیدہ

اور بے چین کرنے والے مناظر سے، مال اور اہل وعیال میں برے نتیجے سے اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک چیز کا خیال رکھا ہے، ایک ایک چیز میں ہمیں دعائیں سکھائیں۔ اللہ بے انتہاء رحمتیں نازل فرمائے آپؐ پر کہ آپؐ نے ایک چھوٹی سی چیز کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ "سفر میں بے چین کردینے والے مناظر سے"۔ بعض دفعہ رستے چلتے بہت ہی دردناک حادثہ دکھائی دیتا ہے جس سے انسان کی طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بے چین کرنے والے مناظر سفر کے دوران پیش آتے ہیں تو آنحضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایسے مناظر سے تمہیں بچالے اور پھر اہل وعیال میں برے نتیجہ سے اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔ یہ نہ ہو کہ ہم لوٹیں تو ہمارے اہل وعیال میں کوئی ایسی تبدیلی واقع ہو چکی ہو جو ناپسندیدہ ہو۔ پھر جب آپ سفر سے واپس آتے تو یہی دعا کرتے اور اس میں یہ زیادتی فرماتے: ہم واپس آئے ہیں توبہ کرتے ہوئے، عبادت گزار اور اپنے رب کی تعریف میں رطب اللسان بن کر۔

(صحیح مسلم کتاب الحج)

ایک روایت مسلم کتاب الذکر میں حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی مکان میں رہائش اختیار کرتے یا کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت یہ دعا مانگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے پناہ چاہتا ہوں تو اس شخص کو یہاں کی رہائش ترک کرنے یا اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

اب میں آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات اور آپ کی مہمان نوازی کے بعض واقعات جو آپ کے خدام نے بیان کئے ہیں پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح اسلام میں جو ابتدائی زمانہ کی کتاب ہے وہ تمام شاخیں بیان کر دی ہیں جن کا جماعت سے، مہمان نوازی سے، آنے والوں سے، جانے والوں سے، ہر قسم کے مستقبل میں جماعت کی ضرورتیں پیش آنے سے، تبلیغی مسائل میں ان کو فائدہ پہنچانے والی باتوں سے آگاہ فرما دیا ہے اور پانچ شاخیں بیان کی ہیں جن میں ہر شاخ کے متعلق الگ الگ نصیحت ہے۔

"تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں"۔ اس میں آپ نے ان کو بھی شامل فرمالیا جو دیگر اغراض کی وجہ سے۔ اس لئے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ کیا غرض لے کر آیا ہے۔ اگر وہ اپنی دنیوی غرض سے بھی آگیا ہے تو اس کی بھی عزت و تکریم کی جائے۔ "جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے"۔

اب تو سب دنیا میں لکھوکھہا مہمان آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان کے طور پر ہر جگہ دنیا میں جلسے ہو رہے ہیں، ہر جگہ مہمان نوازی کے مواقع پیدا ہو رہے ہیں اس لئے بلاشبہ میرے اندازہ کے مطابق کم سے کم دس لاکھ مہمان تو اس زمانہ میں ضرور ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستر خوان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اُس زمانہ میں دیکھیں کہ سات سالوں میں ساٹھ ہزار لیکن سوال یہ ہے کہ اُس زمانہ میں خدمت کرنے والے کتنے تھے۔ بہت ہی کم اور جو چند ایک خدمت کرنے والے تھے ان میں سب سے زیادہ خدمت کرنے والے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ تو بے انتہاء بوجھ تھا تمام کاموں کا لیکن اس کے باوجود مہمان نوازی کو آپ نے نظرانداز نہیں فرمایا۔

فرماتے ہیں: "جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور ان کے مشکلات حل کر دئے گئے اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا، اس کا علم تو خدا تعالیٰ کو ہے"۔ اپنی طرف سے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی سب سے بڑھ کر مہمان نوازی یہی کی کہ ان کو نصیحتیں کر کے، ان کے اندرونی حالات کی اصلاح فرمائی۔ "مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں"۔ اور آج کل اس کا بھی سلسلہ سب دنیا میں پھیل چکا ہے۔ "یا اپنی طرف سے محل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت"۔ یعنی تحریری پیغام پہنچانے کی نسبت۔ "نہایت مفید اور مؤثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے"۔ (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۱۴، ۱۵)۔ چنانچہ ابھی اپنے حالیہ انڈونیشیا کے دورہ میں بھی میں نے یہی بات دیکھی کہ تحریریں پھیلانا اور بات ہے لیکن خود سوالات کا موقع دیا جائے، بات کی جائے، سمجھایا جائے، یہ بات ہی اور ہے، اس کا اثر تحریری اشاعت کے مقابل پر بالکل مختلف ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا اس وقت میرے دو بچے محمد منظور عمر پانچ سال اور عبدالسلام عمر ایک سال تھے۔ پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے وہ کمرہ رہنے کے واسطے دیا جو حضور کے اوپر والے مکان میں حضور کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اس میں صرف دو چھوٹی چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے اور چونکہ ساتھ ہی برآمدہ اور صحن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت رہتے تھے اس واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت ام المومنین حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بی بی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ اب یہ ہے تو قصہ مگر اس قصہ میں مہمان نوازی کی بہت ہی اعلیٰ تمثیل بیان ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں وہ قصہ یہ تھا جو میں ملحقہ کواٹروں میں ساری بات اچھی طرح سن رہا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عجیب دلنشین قصہ یہ ہے۔ ایک دفعہ ایک جنگل میں ایک مسافر کو شام ہوئی۔ رات اندھیری تھی، قریب کوئی بستی اسے دکھائی نہ دی۔ وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرندے کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آبیٹھا ہے، یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے۔ اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ توڑ کر نیچے پھینک دیتے ہیں تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ سارا آشیانہ تنکا تنکا نیچے پھینک دیا۔ اس مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کے تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اسے کچھ کھانے کو بھی دیں۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ہم خود ہی اس آگ میں جاگریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔

اب اس روایت کا حضرت اماں جان سے بیان کرنے کا مطلب یہ تھا کہ جتنی بھی تنگی ہو اس کو بہر حال ہمیں برداشت کرنا ہے۔ مہمان نوازی کی خاطر ہماری جان بھی جائے تو حاضر ہے اور یہ بات سن کر اس کے بعد حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ اسی طرح گھر بھرا ہوا تھا کہ گویا تل دھرنے کو جگہ نہ ہو اور اس کے باوجود مہمان نوازی کے تمام تقاضے پورے کرتی رہیں۔ خدا کے فضل سے ہم نے اسی سنت کو ربوہ کے جلسہ میں دیکھا ہے کہ اس کثرت سے مہمان ٹھنسے ہوئے ہوتے تھے اور اللہ کے فضل سے بڑے بڑے مخلص احمدی جو دنیاوی بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے وہ بھی ایسی جگہوں میں ٹھہرنے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے جنرل اختر ملک بھی بہت بڑے عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود اصرار کیا کرتے تھے کہ میں ایسی جگہوں میں ہی ٹھہروں گا۔ تو آج کے زمانہ میں بھی بہت سہولتیں ہو چکی ہیں مگر یاد رکھیں ان باتوں کو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو جماعت نے ہمیشہ بڑی محبت اور وقار کے ساتھ دیکھا ہے اور اس پر پورا عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب بھی آپ ان کوششوں کو جاری رکھیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی زیادہ کثرت نہیں تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی آپ اکثر مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور کھانے کے دوران میں ہر قسم کی بے تکلفانہ گفتگو جاری رہتی گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دستر خوان بھی بچھ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً ہر مہمان کا خود ذاتی خیال رکھتے تھے اور اس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر کبھی دستر خوان پر ایک سے زیادہ کھانے ہوں تو ہر شخص کے سامنے دستر خوان کی ہر چیز پہنچ جائے عموماً ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے کہ کسی

خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا لسّی یا پان کی عادت تو نہیں اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اس کی عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے۔ بعض اوقات اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دستر خوان پر نہیں ہوتا تھا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور اندر سے اچار لا کر ایسے مہمان کے سامنے رکھ دیتے۔ اور چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانا کھاتے تھے اور جلد سیر ہو جاتے تھے اس لئے آپ سیر ہونے کے بعد بھی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منہ میں ڈالتے جاتے تھے تاکہ مہمان یہ سمجھ کر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھانا کھا رہے ہیں اپنے کھانے میں بے تکلفی سے مصروف رہیں۔

ایک اور روایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کی ذکر حبیب میں مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب مہمانوں کی خاطر داری کا بہت اہتمام رکھا کرتے تھے۔ جب تک تھوڑے مہمان ہوتے تھے آپ خود ان کے کھانے اور رہائش وغیرہ کا انتظام کیا کرتے تھے۔ جب مہمان زیادہ ہونے لگے تو خدام حافظ حامد علی صاحب، میاں نجم الدین صاحب وغیرہ کو تاکید فرماتے تھے کہ دیکھو مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کی تمام ضروریات خورد و نوش اور رہائش کا خیال رکھا کرو۔ بعض کو تو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ سب کو واجب الاحترام جان کر تواضع کرو۔ سردی کا موسم ہے، چائے پلاؤ اور تکلیف کسی کو نہ ہو۔ تم پر میرا حسن ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کر دو۔

اب سیرت مہدی میں ایک اور روایت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت الفکر میں مسجد مبارک کے ساتھ والا حجرہ جو حضرت صاحب کے مکان کا حصہ ہے لیٹے ہوئے تھے اور میں پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ روایت عبداللہ سنوری صاحبؓ کی ہے۔ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شاید ملاوامل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی سے اٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرو۔

ملفوظات میں ایک روایت ہے سید حبیب اللہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج میری طبیعت علیل تھی اور میں باہر آنے کے قابل نہ تھا مگر آپ کی اطلاع ہونے پر میں نے سوچا کہ مہمان کا حق ہوتا ہے جو تکلیف اٹھا کر آیا ہے اس واسطے میں اس حق کو ادا کرنے کے لئے باہر آگیا ہوں۔

ایسا ہی ایک مرتبہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو فرمایا کہ لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مد نظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اسے خیال نہ رہتا ہو اس لئے کوئی دوسرا شخص یاد دلا دیا کرے۔ کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دستکش نہ ہونا کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہوتے ہیں اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو یہ ہمارا حق ہے کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو مد نظر رکھیں"۔

اب یہ ایک بہت ہی پیارا کلمہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کا حق ہے فرمایا ہمارا حق ہے کہ ان کی ہر ضرورت کو مد نظر رکھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حق کو بہت استعمال فرمایا۔" بعض وقت کسی کو بیت الخلاء کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اسے تکلیف ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔ میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں اس لئے معذور ہوں مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائم مقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں"۔

مفتی محمد صادق صاحب ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحب علیہ السلام نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا کہ آپ بیٹھئے میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد جب کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دے کر فرمایا کہ آپ کھانا کھایئے میں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتدا و پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہئے۔

ایک اور روایت سیٹھی غلام نبی صاحب کے متعلق ہے۔ ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی تھے، چکوال کے رہنے والے تھے مگر راولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرہ کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ حضور کو دیکھ کر میں گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں، آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی اس لئے آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔

ایک روایت الحکم میں چھپی ہے ۱۹۰۲ء میں یہ شائع ہوئی تھی منشی عبدالحق صاحب جب تک یہاں رہے حضرت کی مہمان نوازی کے معترف رہے اور اس کا ان کے قلب پر خاصا اثر تھا۔ میں نے ان ایام میں دیکھا کہ حضرت قریباً روزانہ منشی عبدالحق صاحب کو سیر سے واپس لوٹتے وقت یہ فرماتے کہ آپ مہمان ہیں آپ کو جس چیز کی تکلیف ہو مجھے بے تکلف کہیں کیونکہ میں تو اندر رہتا ہوں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے۔ آج کل مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات خادم بھی غفلت کر سکتے ہیں۔ آپ اگر زبانی کہنا پسند نہ کریں تو مجھے لکھ کر بھیج دیا کریں۔ مہمان نوازی تو میرا فرض ہے۔

اب کسی کو یہ خیال گزرے کہ میں تو آرام سے الگ رہتا ہوں اور سارے لوگ مہمان نوازی میں جتے ہوئے ہیں۔ اب یہ زمانہ بدل چکا ہے۔ ہزاروں لاکھوں مہمان سلسلہ کے آتے رہے ہیں۔ قادیان میں بھی یہاں بھی ہزارہا آتے ہیں، انڈونیشیا میں بھی۔ مگر میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ ہر آنے والے کے لئے اٹھ کر خود پیش کروں اور اس طرح خدمت کروں مگر اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرنے کی بیحد کوشش کیا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے ہمارے گھر بہت کثرت سے مہمان آکر مجلس لگایا کرتے تھے اور غالباً حضرت مرزا صاحب (مکرم مرزا عبدالحق صاحب مراد ہیں۔مرتب) بھی کبھی ان کی مجلس میں شامل ہوتے ہوں۔ اس وقت جہاں تک ممکن تھا ان کے لئے خود اندر سے چیزیں لا کر کھانا پیش کیا کرتا تھا، مشروب پیش کیا کرتا تھا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ بیوی کی طبیعت خراب تھی یا نوکرانی گھر پہ نہ ہوتی تو میں خود ان کے لئے روٹی پکاتا اور وہ روٹی لے کر ان کے سامنے پیش کیا کرتا تھا۔ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اب میرے اور حالات ہیں اب آپ سب لوگ جو خدمت کر رہے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام ہیں اور میری نمائندگی میں ہی ایسا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

اب مہمانوں میں سے، احمدی مہمانوں میں سے بھی جو خوشحال ہوا کرتے تھے ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کا تکلف بھی کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک دفعہ محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد، دکن سے ایک جماعت لے کر آئے۔ سید صاحب ان ایام میں ایک خاص جوش اور اخلاص رکھتے تھے۔ حیدر آبادی لوگ عموماً ترش سالن کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ آپ نے خاص طور پر حکم دیا کہ ان کے لئے مختلف قسم کے کھٹے سالن تیار ہوا کریں تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ ایسا ہی سیٹھ اسماعیل آدم، بمبئی سے آئے تو ان کے لئے بلاناغہ دونوں وقت پلاؤ اور مختلف قسم کے چاول تیار ہوتے تھے کیونکہ وہ عموماً چاول کھانے کے عادی تھے۔ مخدومی حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان ایام میں قادیان میں ہی تھے۔ غرض آپ اس کا انتظام کیا کرتے تھے کہ مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

حضرت مولوی حسن علی صاحب مرحوم نے اپنے واقعہ کا خود اپنی قلم سے ذکر کیا ہے جو ان کی کتاب تائید حق میں چھپا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گزرا۔ ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بری عادت تھی۔ امر تسر میں تو پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو کہیں پان نہ

ملا۔ناچار الائچی وغیرہ کھاکر صبر کیا۔ میرے امر تسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نامعلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کردیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے دن کے وقت جب کھانا کھاچکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا۔

اب یہ بھی بہت ہی ایک خاص انداز کی روایت ہے۔ بعض لوگ مہمان نوازی سے ناجائز فائدہ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ بستر دیا ہے ان کو تو بستر ہی لے کر غائب ہوگئے۔ تو ایک دفعہ ایک مہمان آیا جس کے متعلق مہمان نواز کو حضرت حافظ حامد علی صاحب کو شک تھا کہ یہ ایسا ہی ہے اور اس کو لحاف وغیرہ دیا تو لے کر بھاگ جائے گا۔ اس پر حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ اس کو لحاف نہیں دینا چاہئے۔ آپؑ نے فرمایا اگر یہ لحاف لے جائے گا تو اس کا گناہ اس کو ہوگا اور اگر بغیر لحاف کے سردی سے مر گیا تو اس کا گناہ ہمیں ہوگا تو بہتر ہے کہ اس کا گناہ اسی کو ہو اس کی وجہ سے ہمیں گناہ نہ پہنچے۔

۲۶ر جولائی ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور کی ایک روایت جو ملفوظات میں درج ہے یہ ہے۔ یہاں ہدایت اللہ صاحب احمدی شاعر لاہور پنجاب جو کہ حضرت اقدس کے ایک عاشق صادق تھے۔ اپنی اس پیرانہ سالی میں بھی چند دنوں سے گورداسپور آئے ہوئے تھے۔ آج انہوں نے رخصت چاہی جس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ جاکر کیا کریں گے۔ یہاں رہئے اکٹھے چلیں گے۔ آپ کا یہاں رہنا باعث برکت ہے۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو بتلا دو اس کا انتظام کردیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد آپ نے عام طور پر جماعت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی ضرورت کا علم اہل عملہ کو نہ ہو اس لئے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو بلا تکلف کہہ دے اگر کوئی جان بوجھ کر چھپاتا ہے تو وہ گنہگار ہے۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے۔

پس آنے والے مہمانوں کو میں حضور کی یہ نصیحت اس لئے سنا رہا ہوں کہ اس خیال سے کہ تکلیف نہ ہو، اپنی ضرورت کی جس کی ان کو عادت ہو جماعت کے سامنے اس کا ذکر کردیا کریں اور ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تنبیہ کی ہے کہ اگر وہ اس کو تکلف سے چھپائیں گے تو یہ گنہگاری ہے"۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے"۔ بعد ازیں حضرت اقدس نے میاں ہدایت اللہ صاحب کو خصوصیت سے سید سرور شاہ صاحب کے سپرد کیا کہ ان کی ہر ضرورت ان کو بہم پہنچائیں۔